

مِبَادِإ

غُرْزَلَيْنَ، نُظُمَيْنَ، قُطْعَاتَ

جون ايليا

فہرست

7.....	کسی حوال میں نہیں ہوں کوئی حوال اب نہیں ہے
9.....	ہونے کا دھوکا ہی ہت
11.....	آپ اپنا غبار تھے ہم تو.....
15.....	راس آنہیں سکا کوئی بھی پیمان الوداع
18.....	یاد آنا کوئی ضروری ہت.....
20	تمہارے اور میرے درمیاں
22	تمثیل
26	زہر ناب کا دن
29	انگارے
31	تم مجھے بتاؤ تو.....
34	بے ساز و سامال
37	فتارہ
44	قطعات
48	راتیں سچی ہیں، دن جھوٹے ہیں.....
51.....	عمر گزرے گی امتحان میں کیا
53	اے صبح! میں اب کہاں رہا ہوں

حالتِ حال کے سب، حالتِ حال ہی گئی۔

بزم سے جب نگاراً اٹھتا ہے۔

کسی سے عہد و پیمان کرنے رہیوں۔

ہے فضیلیں اخشار ہا مجھ میں۔

ہم کو سودا ہتھ سر کے مان میں تھے۔

اک ہنر ہے جو کر گیا ہوں میں۔

دریچ پہائے خیال۔

اس رائیگانی میں۔

معمول۔

کیا ری میں پانی ٹھہرا ہے دیواروں پر کائی ہے۔

میں تو نہ صال ہو گیا، ہم تو نہ صال ہو گے۔

شاید مجھے کسی سے محبت نہیں ہوتی۔

لیکن یقین سب کو دلاتا رہا ہوں میں۔

اک حسن بے مثال کی تمثیل کے لیے۔

پر چھائیوں پر رنگ گراتا رہا ہوں میں۔

اپنا مثال بے مجھے اب تک نہ مل کا۔

ذروں کو آفتا بے بناتا رہا ہوں میں۔

کی مل گی ضمیر ہنر پیچ کر مجھے۔

اتنا کہ صرف کام چلا تا رہا ہوں میں۔

کل دوپہر عجیب سی اک بے دلی رہی۔

بس تیلیاں جلا کے بجھاتا رہا ہوں میں.....

قطعہ.....

ٹھیک ہے خود کو ہم بدلتے ہیں.....

سینے دہک رہا ہو تو کیا چپ رہے کوئی.....

نیا اک ربط پیدا کیوں کریں ہم.....

ہم تیرا ہجر منانے کے لئے نکلے ہیں.....

تمہارا فیصلہ جباناں.....

تاکب.....

ہم بصد نازد و جہاں میں بائے بھی گئے.....

تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو.....

نظم.....

خود سے ہم اک نفس ہے بھی کہاں.....

بے فتراری سی بے فتراری ہے.....

ایک سایہ میرا مسیحافت.....

رنگ بادِ صبا میں بھرتا ہے.....

بیمار پڑوں تو پوچھیو مت.....

دل کو اک بات کہ سنا لی ہے.....

بے یک نگاہ بے شوق بھی، اندازہ ہے، سو ہے.....

زہر حبیبی کچھ دوائیں چپائیں.....

ہم رہے پر نہیں رہے آباد.....

دل نے وفا کے نام پر کاریوں نہیں کیا۔

گاہے گاہے بس اب یہی ہو کیا.....

گھر میں سامان کی ضرورت ہے.....

روح پیاسی کہاں سے آتی ہے.....

قطع.....

کسی لب س کی خوش بوجب اڑ کے آتی ہے.....

جب تری حبان ہو گئی ہو گی.....

قطع.....

کتنے عیش اڑاتے ہوں گے کتنے اڑاتے ہوں گے.....

ہم حبان و دل سے یاد تھے، ہم کون تھے، ہم کون تھے.....

قطع.....

فدر اق کیا ہے اگر، یاد یار دل میں رہے.....

مجھ کو بیگانے کر گئے مسرے دن.....

بے یک نگاہ ہے شوق بھی، اندازہ ہے، سو ہے.....

دل کو دنیا کا ہے سفر در پیش.....

یارو نگہ یار کو، یاروں سے گلہ ہے.....

ایک سا یہ میرا میجاھت.....

ہر حسر اش نفس، لکھے جباں.....

اپنے جھوٹے دکھے تم کو کب تک دکھ پہنچاوں گا.....

می را میری ذات میں سودا ہوا.....

وقت درماں پذیر بخت ابی نہیں.....

دل کا دیارِ خواب میں، دور تلک گزر رہا.....

سنے پوچھا اس کی جو اپنے اندر چھپا.....

ناروں ہے سخنِ شکایت کا.....

شکوہِ اول تو بے حاب کیا.....

قطعات.....

شنکر جی.....

قطعات.....

کسی حال میں نہیں ہوں کوئی حال اب نہیں ہے
جو گئی پلک تک ھتا وہ خیال اب نہیں ہے

میں کون پاس کوں گا یہ گماں بھی کیوں کیا ہت
ہے یہی ملاں کیا کم کہ ملاں اب نہیں ہے

نہ رہے اب اس کے دل میں خاش ٹکست وعدہ
کہ یہاں کوئی حساب مو سال اب نہیں ہے

یہ دیارِ دید کیا ہے گئے دشتر دل سے بھی ہم
کہ حتیں زمین میں بھی وہ غزال اب نہیں ہے

جو لیے لیے پھری ہے تجھے روزاک نگر میں

مرے دل ترے نگر میں وہ مثال اب نہیں ہے

لب پر سوال لے کے ہمیں گوبہ گوہ ہے پھرنا
ہو کوئی جواب بر لب یہ سوال اب نہیں ہے

ہونے کا دھوکا، ہی ہت

جو کچھ ہتا وہ ہت، ہی ہت

اب میں شاید تھے میں ہوں

پروہ کیا دریا، ہی ہت

بُود مسری ایسی بکھری

بس میں نے سوچا، ہی ہت

بھولنے بیٹھا ہت میں اُسے

چاندا بھی نکلا، ہی ہت

ہم کو صنم نے خوار کیا

ورسہ خدا اچھا ہی ہت

کیا ازل اور کیا ابد

جس دم ہت الحہ ہی ہت

آپ اپنا غبار تھے ہم تو
یاد تھے یادگار تھے ہم تو

پردگی! ہم سے کیوں رکھا پر دہ
تیرے ہی پر دہ دار تھے ہم تو

وقت کی دھوپ میں تمہارے لیے
شہر سایہ دار تھے ہم تو

اڑتے حباتے ہیں دھوول کے ماں دہ
آندھیوں پر سوار تھے ہم تو

ہم نے کیوں خود پہ اعتبار کیا

سخت بے اعتبار تھے ہم تو

شرم ہے اپنی بار باری کی

بے سبب بار بار تھے ہم تو

کیوں ہمیں کر دیا گیا مجبور

خود ہی بے اختیار تھے ہم تو

تم نے کیسے بلا دیا ہم کو

تم سے ہی متعار تھے ہم تو

خوش نہ آیا ہم میں جیسے جانا

لمح لمح پر بارتھے ہم تو

سہہ بھی لیتے ہمارے طعنوں کو

جانِ من جانِ نشار تھے ہم تو

خود کو دورانِ حال میں اپنے

بے طرح ناگوار تھے ہم تو

تم نے ہم کو بھی کر دیا بر باد

نادرِ روزگار تھے ہم تو

ہم کو یاروں نے یاد بھی سنہ رکھا

جون آن یاروں کے یار تھے ہم تو

راس آنہیں سکا کوئی بھی پیمان الوداع
ٹومیری حبانِ حب سومری حبان الوداع

میں تیرے ساتھ نجھنے کا حد گز رگئی
اے شمع! میں ہوں تجھ سے پشیمان الوداع

میں حبارا ہوں اپنے بیابانِ حال میں
دامان الوداع! گریبان الوداع

اک رو دنا شناس میں ہے ڈوبنا مجھے
سوائے کنارِ رود، بیابان الوداع

خود اپنی اک متاعِ زبوں رہ گیا ہوں میں

سوالِ وداع، اے مرے سامانِ الوداع

سہناتوا کے سزا تھی مسرا دِ محل کی

اب ہم نے مل سکیں گے، میاں حبانِ الوداع

اے شام گاہِ صحنِ ملاں ہمیشگی

کیا جانے کیا تھی تری ہر اک آن، الوداع

کس کس کو ہے علاقتِ یہاں اپنے غیرے

انسان ہوں میں، تو بھی ہے انسانِ الوداع

نسبت کسی بھی شہ سے کسی شے کو یاں نہیں

ہے دل کا ذرہ ذرہ پریشان الوداع

رشته مسرا کوئی بھی الف، بے سے اب نہیں

امروہ الوداع سوائے *بان* الوداع

اب میں نہیں رہا ہوں کسی بھی گان کا

اے میرے کفر، اے میرے ایمان الوداع

تھی گر آنے میں مصلحت حائل
یاد آنا کوئی ضروری ہت
دیکھیے ہو گئی عناط فہمی
مسکراانا کوئی ضروری ہت
لیجیے بات ہی سن یاد رہی
گُنگُنا نا کوئی ضروری ہت
گُنگُنا کر مسری جواں غرز لیں
جھوم جانا کوئی ضروری ہت
مجھ کو پا کر کسی خیال میں گم
چھپ کے آنا کوئی ضروری ہت
اُف وہ زلفیں، وہ ناگنسیں، وہ ہنسی
بیوں ڈرانا کوئی ضروری ہت

اور ایسے اہم مذاق کے بعد

روٹھ جانا کوئی ضروری ہت

تمہارے اور میرے درمیاں

تمہارے اور میرے درمیاں اک بات ہونا تھی
بلا کادن نکلتا ہبتا بلا کی رات ہونا تھی
بلا کادن بھی نرکلا اور بلا کی رات بھی گزری
عذاب ذات بھی گزرا فنا نے ذات بھی گزری

0

مگر معلوم نامعلوم میں جانے سے جانے کیوں
تمہارے اور میرے درمیاں وہ بات جانم جان

کسی صورت نہ ہو پائی کسی صورت نہ ہو پائی
میرے دل اور میری حبان کے گزرے زمانے کیوں
تمہارے اور میرے درمیاں اک بات ہونا تھی

تثنیہ

(پہلامنظر)

میں لمحوں کا گدا گرھت
تمہارے جب اوداں افروز لمحوں کی پذیرش کا گدا گرھت
سر اسراک گدا گر
ایک بے کشکوں و کاسہ ایک بے کو حپ بے کو حپ
بے صد او بے دعا از خود گز شتہ اک گدا گرھت
جو گمان پر سر و سودا کے حباں پرور سراغ آرزو آگیں میں
رفتہ اور آئندہ کے خوابوں کی گدائی پیشہ کرتا ہے

خیالوں کو، نفس بودش خیالوں کو، ابداندیشہ کرتا ہے
یہ اک تمثیل تھی بے صحیہ تمثیل
اور جو کچھ ہت ایسی ہت اسی کچھ ہت

(دوسرا منظر)

پھر اس کے بعد جانان
تمہاری حبادا نہ آرزو کے بازاں مرمراں
میرے، میرے آغوش کے مرگ سفید بے فناں میر
میری دل جو زندگی تھے ارجمندی تھے
میں جن میں حرم و خرسند رہتا ہت
یہ میری دم بے دم کی زندگی کی صحنه تابی تھی
مری ہر آرزو پہلو بے پہلو سبزہ گوں تھی اور شہابی تھی

(تیسرا منظر)

پھر اس کے بعد کے منظر میں
(یعنی اس گھری)

جو پیش آیا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ میں تم میں
تمہارے حب افسزا آغوش کی نزدیک تر خوبی میں
اور اس کے گرد اگر دم توڑ دیتا ہوں
پھر اس کے بعد زندہ ہو کے اٹھتا ہوں
قیامت کی ہنسی ہنتا ہوں
پھر سکتے میں رہ جاتا ہوں
آخر ک نہایت خندہ آور گریہ کرتا ہوں

زہر ناب کا دن

*** حب اوید معنی کی وفات پر ***

ہم سے بے واسطہ نہیں ہے وہ
وہ یہیں ہتا یہیں کہیں ہے وہ
کر گیا ہے وہ رم کسی حبانب
اک غزالِ غزلِ زمیں ہے وہ
میرا حب اوید، معنی حب اوید
خود بھی ایک شعر دل نشیں ہے وہ
میں ہوں اپنا حسریف سخت کمال

روزِ ہیجباں مسری کمیں ہے وہ
در شبِ کوچِ یارِ من فنروخت
کہ مسراں الکِ گزیں ہے وہ
آندر شش میراہی تو ہے شاگرد
سب جہاں ہیں، وہیں نہیں ہے وہ
کیے میں سہہ سکوں گا، حبر اس کا
کہ میرا ناز و ناز نہیں ہے وہ
حنکِ گنجینہ زمیں ہو حنک
زیرِ گنجینہ زمیں ہے وہ
غم میں غالب کا سہہ رہا ہوں آج
آج عارف کا ہم نشین ہے وہ
اب زمیں بوس آستاں ہوں میں
آسمان مرتبہ جبیں ہے وہ
اُس نے مارا ہے اپنے مرشد کو

کس بلا کا جہنم میں ہے وہ

اب رگوں میں مری بھپا ہے جو خوں

مالِ مشڑگاں و آستین ہے وہ

پڑگیا چپین، دل ہوا یک سو

وہ جو ہت اب کہیں نہیں ہے وہ

نالہ ہا، شور ہا، تپیدن ہا

میرے ہوتے کفن گزیں ہے وہ

آج کادن نہیں شراب کادن

آج ہے جون زہر ناب کادن

انگارے

تم

تمہارا نام

لیکن میں نے یہ نام پہلی بار تم سے ہی سنائے

کون ہو تم

کون تھیں تم

اب رہا میں یعنی میں

میں تو کبھی ہتا ہی نہیں

ہتا ہی نہیں میں

اور سارے کاغذوں پر صرف انگارے لکھے ہیں

صرف انگارے

تم مجھے بتا تو۔۔۔

تم نے مجھ کو لکھا ہے، میرے خط حبلا دیجے
مجھ کو فنکر رہتی ہے آپ انہیں گنوادیجے
آپ کا کوئی ساختی دیکھ لے تو کیا ہو گا
دیکھیے میں کہتی ہوں یہ بہت بُرا ہو گا

O

میں بھی کچھ کہوں تم سے اے مری فروزینہ
زشک سرو سیمینا
اے بہ ناز کی مینا
اے بہ جلوہ آئینہ

میں تمہارے ہر خط کو لوحِ دل سمجھتا ہوں
لوحِ دل حبلاً دوں کیا
سطر سطر ہے ان کی، کہ کشاں خیالوں کی
کہ کشاں لٹادوں کیا
جو بھی حرف ہے ان کا، نقشِ حب اُن شیریں ہے
نقشِ حب اُمادوں کیا
ان کا جو بھی نقطہ ہے، ہے سوا دِ بینائی
میں انہیں گنوادوں کیا
لوحِ دل حبلاً دوں کیا
کہ کشاں لٹادوں کیا
نقشِ حب اُمادوں کیا

مجھ کو ایسے خط لکھ کر اپنی سوچ میں شاید
حبر م کر گئی ہو تم
اور خیال آنے پر اس سے ڈر گئی ہو تم
جرم کے تصور میں گریے خط لکھے تم نے
پھر تو میری رائے میں جرم ہی کئے تم نے
اے مری فندرو زین!
دل کی حبانِ زرین!
رنگ رنگ رنگنا!
بات جو ہے وہ کیا ہے
تم مجھے بتاؤ تو-----
میں تمہیں نہیں سمجھا
تم سمجھ میں آؤ تو
جرائم کیوں کیے تم نے
خط ہی کیوں لکھے تم نے

بے ساز و سامان

حقیقت مجھ کو راس آتی نہیں ہے
غزالہ! تم فقط اک خواب ہو کیا
تمہاری حباداں جستجو ہے
مری حبائی! تم جو ہونایا ب ہو کیا
سر پا سحر، یکسر بے نیازی
تم اک آہنگ بے مضراب ہو کیا

مری زیبُ النائے شعر ہو تم
تمہارا سحر میری شاعری ہے
تمہاری آرزوئے حباداں
جمالِ حباداں زندگی ہے
تمہیں ہے پردیکھا نہیں ہے
تمہارے خواب کو سجدے کیے ہیں
تمہارے ہجربے وعدہ میں میں نے
تمہاری یاد کے بو سے لیے ہیں
بدن ہو تم خیالِ حباداں کا
بدن کو پسیر ہن بھی چپا ہیے
شیمِ حباداں نوازیاً سمن کو
نہالِ یاسمن بھی چپا ہیے ہے
نظر ہے خواب کی بے ساز و سامان

نظر کو بھی تو کچھ بخشم سری جاں

فارہہ

تم سے جو میری حبانِ حبائ تھیں فارہہ
کون تھیں تم اور کہاں تھی فارہہ
ہوں میں اب اور اک جہانِ ناشناس
تم ہی بس میرا خیال تھیں فارہہ
کیا ہوا وہ رو دخوابِ حبائ کہ تم
جس میں دست و پا زناں تھیں فارہہ
میں عنریق رو دزہر ناب ہوں
تم جو تھیں نوشیں زباں تھیں فارہہ
اور کہہ سکتا ہوں کیا میں یعنی میں
تم زمین و آسمان تھیں فارہہ
اب تو میں ہوں حنزاں اندر حنزاں

تم بہارِ بے حنزاں تھیں فنا رہہ
اب میں ہوں حنا نہ بد و شش اور تم مرا
اک مکانِ حباداں تھیں فنا رہہ
میں ہتا میرِ داستاں یعنی کہ تم
داستاںِ داستاں تھیں فنا رہہ
کیا بھلامیں را وجود اور کیا عدم
تم نہیں * تھیں اور * ہاں * تھیں فنا رہہ
ہاں میں شاید ہتا بہت نا مہرباں
تم بلا کی مہرباں تھیں فنا رہہ
تھی وہ اپنی درمیانی بھی عجیب
یعنی تم نا درمیاں تھیں فنا رہہ
کیوں نہ تھوکا حبائے اب خونِ حبگر
یعنی تم میرا زیاں تھیں فنا رہہ
ہائے وہ بادبرین سبز کوک

پر تم اک رو دھن اس تھیں فارہہ
کیسی خوش بینی خوش امیدی کہاں
تم تو حشر بے اماں تھیں فارہہ
کچھ نہیں تھیں تم نہیں تھیں کچھ بھی تم
پر مرا ہندو ستاں تھیں فارہہ
سب کنیزیں تھیں تمہاری حبانِ من
تم مسری نورِ جہاں تھیں فارہہ
جو بدل ٹھہریں تمہارا وہ سبھی
کتنی گھٹیا لڑکیاں تھیں فارہہ
میں جو ہوں اب میں ہوں بے نام و نشان
تم مسر انام و نشان تھیں فارہہ
تم نوائے حباداں حباں ہو حباں
تم نوائے حباداں تھیں فارہہ
ایک دل ہت جو کہ ہتا اور ایک حباں

اور تم ان کے درمیاں تھیں فنا رہہ
میں تمہیں میں ٹھوکریں کھاتا رہا
کیوں تم اتنی مہرباں تھیں فنا رہہ
اک جہاں بے جہاں خواب بھت
اور تم اس کا آسمان تھیں فنا رہہ
میں نے تم کو اپنے دل کا گھر دیا
تم جو تھیں بے حنانہاں تھیں فنا رہہ
شکوہ ہا شور ید گی ہا شور ہا
تم بہت کمر گاں تھیں فنا رہہ

0

اب مجھے آزاد کر دو چھوڑ دو
جان و دل کے سارے رشتے توڑ دو

جب کوئی منزل نہیں میری تو پھر
رُخ کسی جانب بھی میرا موڑ دو

O

کچھ نہیں ہتا کیا حقیقت کا خیال
صرف افانے تھے ممکن اور محال
اک * عبَث * میں خونِ دل تھوکا گیا
کوئی بھی حالت نہیں تھی اور حال

O

اک گمان بے گماں ہے زندگی
داستاں کی داستاں ہے زندگی

دم بے دم ہے اک فنراقِ حباداں
اک جیسے بے آستاں ہے زندگی
کہ کشاں بر کہ کشاں ہے اک گریز
بودے سود و زیاں ہے زندگی
ہے مسری تیرہ نگاہی اک تلاش
تم کھاں ہو اور کھاں ہے زندگی

O

دل بھتادر ہم اور بربھم رایگاں
تھے تمہاری ژلف کے حنم رایگاں
اپنی ساری آرزوئیں تھیں فنریب
اپنے خوابوں کا ہتاعالم رایگاں
جون شاید کچھ نہیں کچھ بھی نہیں

ہے دوام اک و ہم اور دم رائگاں
زندگی بس رائگانی ہی تو ہے
میں بہت خوش ہوں کہ تھے ہم رائگاں
ہم رسا اور نارسا کچھ بھی نہ تھے
یعنی جون و فوارہ کچھ بھی نہ تھے

قطعات

نشہ نازنے بے حال کیا ہے تم کو
اپنے ہی زور میں کمزور ہوئی جاتی ہو
میں کوئی آگ نہیں، آنچ نہیں، دھوپ نہیں
کیوں پسینہ میں شرابور ہوئی جاتی ہو

O

بات ہی کب کسی کی مانی ہے
اپنی ہٹ پوری کر کے چھوڑو گی
یہ کلائی یہ جسم اور یہ کمر
تم صراحی ضرور توڑو گی

O

عجب ہت اس کی دلداری کا انداز
وہ برسوں بعد جب مجھ سے ملا ہے
بھلا میں پوچھتا اس سے تو کیے
متاعِ حب ا! تمہارا نام کیا ہے

O

کیا ہو گئیں اپنی وعدہ گاہیں
ہر چیز بدل گئی یہاں تو
میں شہرِ وفا سے آرہا ہوں
کوئی بھی نہیں ملا وہاں تو

O

لہور و تے سن اگر ہم دم رخصت یاراں
کیا عجب ہتا کہ کوئی اور تماشہ کرتے
چپلو اچھا ہے کہ وہ بھی نہیں نزدیک اپنے
وہ جو ہوتا تو اسے بھی سن گوارا کرتے

جو رعنائی نگاہوں کے لئے فردوسِ حبلوہ ہے
 بسِ مفلسی میں کتنی بے قیمت نظر آتی
 یہاں تو حبادلیت بھی ہے دولتِ ہی کی پروردہ
 یہ اڑکی فناوت کش ہوتی تو بد صورت نظر آتی

راتیں سمجھی ہیں، دن جھوٹے ہیں

چاہے تم میری بینائی کھرچ ڈالو پھر بھی میں اپنے خواب
نہیں چھوڑوں گا

إن کی لذت اور اذیت سے میں اپنا عہد نہیں توڑوں گا
تیز نظر نابیناؤں کی آبادی میں،
کی میں اپنے دھیان کی یہ پونجی بھی گنوادوں
ہاں میرے خوابوں کو تمہاری صحبوں کی سرد اور سایہ گوں تعبیر
إن صحبوں نے شام کے ہاتھوں اب تک جتنے سورج نیچے
وہ سب اک برفانی بھاپ کی چمکیلی اور حپکر کھاتی گولائی تھے
سو میرے خوابوں کی راتیں حبلتی اور دکھلتی راتیں

ایسی تختہ تعبیر کے ہر دن سے اچھی ہیں اور سمجھی بھی ہیں
جس میں دھند لا چکر کھاتا چمکیلا پنچھا اطراف کاروگ

بنائے

میرے اندر ہیرے بھی پچے ہیں
اور تمہارے روگ احبابے بھی جھوٹے ہیں
رات میں سمجھی، دن جھوٹے

جب تک دن جھوٹے ہیں جب تک
رات میں سہنا اور اپنے خوابوں میں رہنا
خوابوں کو بہانے والے دن کے احبابے سے اچھے ہیں
ہاں میں بہکاؤں کی دھند سے اڑوں گا

چاہے تم میری بینائی کھرچ ڈالوں میں پھر بھی اپنے خواب
نہیں چھوڑوں گا

اپنا عہد نہیں توڑوں گا

یہی تو بس میرا سب کچھ ہے

ماہو سال کے غارت گرے میری ٹھنی ہے
میری حبان پر آن بنی ہے
چاہے کچھ ہو میرے آخوندی نس تلک اب چاہے
کچھ ہو

عمر گزرے گی امتحان میں کیا
داغ ہی دیں گے مجھ کو دان میں کیا

مری ہر بات بے اثر ہی رہی
نقص ہے کچھ مرے بیان میں کیا

مجھ کو تو کوئی ٹوکتا بھی نہیں
یہی ہوتا ہے حسندان میں کیا

خود کو دنیا سے مختلف جانا
آگیا ہتھ مرے گمان میں کیا

ہے نیم بہار گرد آلود

حنک اڑتی ہے اس مکان میں کیا

یوں جو تکتا ہے آسمان کو تو

کوئی رہتا ہے آسمان میں کیا

یہ مجھے چیزیں کیوں نہیں پڑتا

ایک ہی شخص ہتا جہان میں کیا

اے صح! میں اب کہاں رہا ہوں
خوابوں ہی میں صرف ہو چکا ہوں

کیا ہے جو بدل گئی ہے دنیا
میں بھی تو بہت بدل گیا ہوں

میں جرم کا اعتراف کر کے
کچھ اور ہے جو چھپا گیا ہوں

میں اور فقط اسی کی تلاش
احلاق میں جھوٹ بولتا ہوں

رویا ہوں تو اپنے دوستوں میں
پر تجھ سے تو ہنس کے ہی ملا ہوں

اے شخص! میں تیری جستجو میں
بے زار نہیں ہوں، تھک گیا ہوں

حالتِ حال کے سبب، حالتِ حال، ہی گئی
شوق میں کچھ نہیں گیا، شوق کی زندگی گئی

ایک ہی حادثہ تو ہے اور وہ یہ کہ آج تک
بات نہیں کہی گئی، بات نہیں سنی گئی

بعد بھی تیرے جانِ جہاں، دل میں رہا عجب سماں
یاد رہی تیری یہاں، پھر تیری یاد بھی گئی

اس کی امیدِ ناز کا ہم سے یہ مان ہتا کہ آپ
عمر گزار دیجئے، عمر گزار دی گئی

اس کے وصال کے لئے، اپنے کمال کے لئے

حالتِ دل، کہ تھی حشراب، اور حشراب کی گئی

تیرا فراقِ جانِ جہاں! عیش ہتا کیا میرے لئے
یعنی تیرے فراق میں خوب شراب پی گئی

اس کی گلی سے اٹھ کے میں آن پڑا ہتا اپنے گھر
ایک گلی کی بات تھی اور گلی گلی گئی

بزم سے جب نگاراٹھتا ہے
میرے دل سے غباراٹھتا ہے

میں جو بیٹھا ہوں تو وہ خوش قتامت
دیکھ لو! بار باراٹھتا ہے

تیری صورت کو دیکھ کر مسری حباں
خود بخود دل میں پسراٹھتا ہے

اس کی گل گشت سے روشن بے روشن
رنگ ہی رنگ یاراٹھتا ہے

تیرے جاتے ہی اس حربابے سے

شورِ گریہ ہزار اٹھتا ہے

کون ہے جس کو حب اعزیز نہیں؟

لے ترا حب انشا را اٹھتا ہے

صف بہ صف آکھڑے ہوئے ہیں غزال

دشت سے حنا کار اٹھتا ہے

ہے یہ تیش کہ ایک شعلہ س

بر سرِ کو ہسا را اٹھتا ہے

کرب تہائی ہے وہ شے کہ خدا

آدمی کو پکارا اٹھتا ہے

تو نے پھر کب زر کا ذکر کیا
کہیں ہم سے یہ بار اٹھتا ہے

لووہ مجبورِ شہرِ صحراء سے
آج دیوانے والوں کا

اپنے ہاں توزمانے والوں کا
روز ہی اعتبار اٹھتا ہے

جون اٹھتا ہے، یوں کہو، یعنی
میر وغائب کا یار اٹھتا ہے

کسی سے عہد و پیاس کرنے رہیو
تو اس بستی میں رہیو پر نہ رہیو

سفر کرنا ہے آہن دوپلک چج
سفر لمسا ہے بے بستر نہ رہیو

ہر اک حالت کے بیسری ہیں یہ لمحے
کسی غم کے بھروسے پر نہ رہیو

ہمارا عمر بھر کا ساتھ ٹھیرا
سو میرے ساتھ تو دن بھر نہ رہیو

بہت دشوار ہو جائے گا جینا

یہاں ٹوڑاتے کے اندر سنہ رہیو

سویرے ہی سے گھر آ جائیو آج

ہے روزِ واقعہ باہر سنہ رہیو

کہیں چھپ جاؤتے ہن انوں میں جا کر

شبِ فتنہ ہے اپنے گھر سنہ رہیو

نظر پر بارہو جاتے ہیں منظر

جہاں رہیو وہاں اکش سنہ رہیو

ہے فصلیں اٹھا رہا مجھ میں
جانے یہ کون آرہا مجھ میں

جون مجھ کو حبادل طن کر کے
وہ مرے بن بھلارہا مجھ میں

مجھ سے اُس کورہی تلاشِ امید
سو بہت دن چھپا رہا مجھ میں

ھتاقیامت سکوت کا آشوب
حشر اک بپارہا مجھ میں

پس پر دہ کوئی نہ ہت اپھر بھی

ایک پر دہ کھنچا رہا مجھ میں

مجھ میں آ کے گرا ہت اک زخمی

جانے کب تک پڑا رہا مجھ میں

اتنا حنالی ہت اندر وں میرا

کچھ دنوں تو خدارہا مجھ میں

ہم کو سودا ہتھ سر کے مان میں تھے
پاؤں پھسلا تو آسمان میں تھے

ہے ندامت لہو نہ رویادل
زخم دل کے کسی چٹان میں تھے

میرے کتنے ہی نام اور ہمنام
میرے اور میرے درمیان میں تھے

میرا خود پر سے اعتقاد اٹھا
کتنے وعدے مری اٹھان میں تھے

تھے عجب دھیان کے درود یوار

گرتے گرتے بھی اپنے دھیان میں تھے

واہ! ان بستیوں کے ساتے

سب قصیدے ہماری شان میں تھے

آسمانوں میں گر پڑے یعنی

ہم زمیں کی طرف اڑان میں تھے

اک ہنر ہے جو کر گیا ہوں میں

سب کے دل سے اُتر گیا ہوں میں

کیسے اپنی بنسی کو ضبط کروں

ئُن رہا ہوں کہ گھر گیا ہوں میں

کیا بتاؤں کہ مر نہیں پاتا

جیتے جی جب سے مر گیا ہوں میں

اب ہے اپنا سامت اور پیش

ہر کسی سے گزر گیا ہوں میں

و، ہی ناز وادا، و، ہی غمزے

سر ب سر آپ پر گیا ہوں میں

دریچ پھائے خیال

چاہتا ہوں کہ بھول حباؤں تمہیں
اور سب دریچ پھائے خیال
جو تمہاری ہی سمت کھلتے ہیں
بند کر دوں کہ کچھ اس طرح کہ یہاں
یاد کی اک کرن بھی آنے کے
چاہتا ہوں کہ بھول حباؤں تمہیں
اور خود بھی نہ یاد آؤں تمہیں
جیسے تم صرف اک کہانی تھیں
جیسے میں صرف اک فانتھت

اس رائیگانی میں

سو وہ آنسو ہمارے آہنگی آنسو تھے
جو ہم نے گلے مل کر بھائے تھے
نہ جانے وقت ان آنکھوں سے پھر کس طور پیش آیا
مگر میری فریب وقت کی بہسکی ہوئی آنکھوں نے
اس کے بعد بھی
آن سو بھائے ہیں
مرے دل نے بہت سے دکھر چپائے ہیں
مگر یوں ہے کہ ماہ و سال کی اس رائیگانی میں
مری آنکھیں

گلے ملتے ہوئے رشتہوں کی فنرقت کے وہ آنسو

معمول

جانے کب سے
مجھے یاد بھی تو نہیں جانے کب سے
ہم اک ساتھ گھر سے نکلتے ہیں
اور شام کو
ایک ہی ساتھ گھر لوٹتے ہیں
مگر ہم نے اک دوسرے سے
کبھی حال پر سی نہیں کی
نہ اک دوسرے کو
کبھی نام لے کر مخاطب کیا
جانے ہم کون ہیں؟

عشق پچپاں کی صندل پر جانے کس دن بیل حپڑھے

کیاری میں پانی ٹھہرا ہے دیواروں پر کائی ہے

حسن کے جانے کتنے چھرے حسن کے جانے کتنے نام

عشق کا پیش حسن پر ستی عشق بڑا ہر جانی ہے

آج بہت دن بعد میں اپنے کمرے تک آنکلاحت

جوں ہی دروازہ کھولا ہے اس کی خوشبو آئی ہے

ایک تو اتن جس سے ہے پھر میں سنیں رو کے بیٹھا ہوں

ویرانی نے جھاڑو دے کے گھر میں دھول اڑائی ہے

کون سافت افنه ہے یہ، جس کے حبر سس کا ہے یہ شور
میں تو نڈھال ہو گیا، ہم تو نڈھال ہو گئے
حرب بحار گل بے گل فصل بہار آگئی
فصل بہار آگئی، زخم بحال ہو گئے
شور اٹھا مگر تجھے لذت گوش تو ملی
خوب بہا مگر ترے ہاتھ تو لال ہو گئے
ہم نفسان وضع دار، مستمعان برد بار

ہم تو تمہارے واسطے ایک وباں ہو گئے

جون کرو گے کب تک اپنا مثالیہ تلاش

اب کئی ہجر ہو جپکے اب کئی سال ہو گئے

شاید مجھے کسی سے محبت نہیں ہوئی
لیکن یقین سب کو دلاتا رہا ہوں میں

اک حسن بے مثال کی تمثیل کے لیے
پرچھائیوں پر رنگ گرا تا رہا ہوں میں

اپنامثالیہ مجھے اب تک نہ مل کا
ذروں کو آفتاب بناتا رہا ہوں میں

کیا مل گیا ضمیر ہنر پچ کر مجھے
اتنا کہ صرف کام چلاتا رہا ہوں میں

کل دو پہر عجیب سی اک بے دل رہی
بس تیلیاں جبلہ کے بجھاتا رہا ہوں میں

قطعہ

میری عقل و ہوش کی سب حالتیں
تم نے سچے میں جنوں کے ڈھال دیں
کر لیا ہتھ میں نے عہدِ ترکِ عشق
تم نے پھر بانہیں گلے میں ڈال دیں

ٹھیک ہے خود کو ہم بدلتے ہیں
شکر یہ مشورت کا حاصلتے ہیں

ہورہا ہوں میں کس طرح بر باد
دیکھنے والے ہاتھ ملتے ہیں

کیا تکلف کریں یہ کہنے میں
جو بھی خوش ہے ہم اس سے جلتے ہیں

ہے اُسے دُور کا سفر درپیش
ہم سنjalے نہیں سنjalتے ہیں

تم بenorنگ، تم بنو خوش بو
ہم تو اپنے سخن میں ڈھلتے ہیں

ہے عجب فیصلے کا صحرابھی
چلسہ پڑیے تو پاؤں جلتے ہیں

سینے دکھ رہا ہو تو کیا چُپ رہے کوئی
کیوں چُخ چُخ کرنے گلا چھیل لے کوئی

ثابت ہوا کونِ دل و حبان نہیں کہیں
رشتوں میں ڈھونڈتا ہے تو ڈھونڈا کرے کوئی

ترکِ تعلقات تو کوئی مسئلہ نہیں
یہ تو وہ راستہ ہے کہ چل پڑے کوئی

دیوارِ حبانتا ہتاجے میں، وہ دھول تھی
اب مجھ کو اعتماد کی دعوت سنہ دے کوئی

میں خود یہ چاہتا ہوں کہ حالات ہوں حشراب

میرے خلاف زہر اگلتا پھرے کوئی !!!!

اے شخص اب توجھ کو سبھی کچھ قبول ہے
یہ بھی قبول ہے کہ تجھے چھین لے کوئی !!

ہاں ٹھیک ہے میں اپنی آنا کام مریض ہوں
آخر مرے مزاج میں کیوں دخشدے کوئی

اک شخص کر رہا ہے ابھی تک وفا کا ذکر
کاش اس زبان دراز کامنے نوچ لے کوئی

نیا اک ربط پیدا کیوں کریں ہم
بچھڑنا ہے تو جھگڑا کیوں کریں ہم

خموشی سے ادا ہو، رسم دوری
کوئی ہنگامہ برپا کیوں کریں ہم

یہ کافی ہے کہ ہم دشمن نہیں ہیں
وفاداری کا دعویٰ کیوں کریں ہم

وف، اخلاص، فتربانی، محبت
اب ان لفظوں کا بچھپا کیوں کریں ہم

ہماری ہی تمنا کیوں کرو تم

تھاری ہی تمنا کیوں کریں ہم

نہیں دنیا کو جب پرواہماری

تو پھر دنیا کی پرواہ کیوں کریں ہم

ہیں باشندے اسی بستی کے ہم بھی

سو خود پر بھروسہ کیوں کریں ہم

چبائیں کیوں نہ خود ہی اپنا ڈھانچا

تمھیں راتب مہیا کیوں کریں ہم

ہم تیرا ہجر منانے کے لئے نکلے ہیں
شہر میں اگ لگانے کے لئے نکلے ہیں

شہر کوچوں میں کارِ حشر بپا کہ آج ہم
اس کے وعدوں کو بھلانے کے لئے نکلے ہیں

ہم سے جور و ٹھگیا ہے وہ بہت ہے معصوم
ہم تو اوروں کو منانے کے لئے نکلے ہیں

شہر میں شور ہے وہ یوں کے گمان کے سفاری
اپنے ہی اپ آنے کے لئے نکلے ہیں

وہ جو تھے شہرِ تحریر تے پُرانے معمار
وہی پُرانے تجھے ڈھانے کے لئے نکلے ہیں

رہگز میں تیری فتالین بچھانے والے
خون کے فرش بچھانے کے لئے نکلے ہیں

ہمیں کرنا ہے خداوند کی امداد سو ہم
دین و کعبہ کو لٹانے کے لئے نکلے ہیں

سرِ شب ایک نئی تمثیل بپاہونی ہے
اور ہم پر دہاٹھانے کے لئے نکلے ہیں

ہمیں سیراب نئی نسل کو کرنا ہے سو ہم

خون میں اپنے نہانے کے لئے نکلے ہیں

ہم کہیں کے بھی نہیں پر سے ہے رُوداداپنی
ہم کہیں سے بھی ناحبانے کے لئے نکلے ہیں

تمہارافیصلہ جاناں

تمہارافیصلہ جاناں مجھے بے حد پسند آیا
پسند آنا، ہی ہتھ جاناں
ہمیں اپنے سے اتنی دور تک جانا، ہی ہتھ جاناں

جبا ہے جاناں سوز آرزوؤں، تیرہ امیدوں،
سر اس رخون شدہ خوابوں، نوازش گر سرابوں،
ہاں سرابوں کی قسم یک سر جبا ہے
اب ہمارا جان و دل کے جبا و داں، دل جبان رشته کو
اور اس کی زخم خور دہ یاد تک تو بے نیاز اسے

بھلا دینا، ہی اچھا ہے
وہ سرمایا، وہ دل سے بے بہار جباں کا سرمایا
گنوادینا، ہی اچھا ہے
زیانِ حبادانی کے گلہ افسرو زداغوں کو
بھادینا، ہی اچھا ہے
تمہارا فیصلہ جبانا! مجھے بے حد پسند آیا۔۔۔

تاکب

کہاں ہے سمتِ گماں وہ جہانِ جباں پرور
کہ جس کی شش جہتی کافسوںِ چشم کث
دلوں میں پھیلتا ہے منزوں میں پھیلتا ہے

جہاں سخن ہے سماعت، نظر ہی منظر ہے
جہاں حروف لبوں سے کلام کرتے ہیں
جہاں وجود کے معنی حسرام کرتے ہیں

ہم بصد ناز دل و حب میں بائے بھی گئے
پھر گنوائے بھی گئے اور بھلائے بھی گئے

ہم ترا ناز تھے، پھر تیری خوشی کی حنا طر
کر کے بے چارہ ترے سامنے لائے بھی گئے

کچ ادائی سے سزا کچ کلہی کی پائی
میرِ محفل تھے سو محفل سے اٹھائے بھی گئے

کیا گله خون جواب تھوک رہے ہیں حباناں
ہم ترے رنگ کے پرتو سے سجاۓ بھی گئے

ہم سے روٹھ بھی گیا یم کو من یا بھی گیا

پھر سبھی نقش تعلق کے مٹائے بھی گئے

جمع و تفریق تھے ہم مکتب جسم و حبائ کی
کہ بڑھائے بھی گئے اور گھٹائے بھی گئے

جون! دل شہرِ حقیقت کو احباڑا بھی گیا
اور پھر شہرِ توہم کے بائے بھی گئے

تم حقیقت نہیں ہو حست ہو
جو ملے خواب میں وہ دولت ہو

میں تمھارے ہی دم سے زندہ ہوں
مر ہی جاؤں جو تم سے فرست ہو

تم ہو خوشبو کے خواب کی خوشبو
اور اتنی ہی بے مریوت ہو

تم ہو پہلو میں پرفرار نہیں
یعنی ایسا ہے جیسے فرقت ہو

تم ہو انگڑائی رنگ و نکھت کی

کیے انگڑائی سے شکایت ہو

کس طرح چھوڑ دوں تمھیں حباناں

تم مری زندگی کی عادت ہو

کس لیے دیکھتی ہو آئینہ

تم تو خود سے بھی خوبصورت ہو

داستانِ ختم ہونے والی ہے

تم مری آخری محبت ہو

نظم

دھنڈ چھائی ہوئی ہے جھیلوں پر
اڑر ہے ہیں پرندے ٹیلوں پر
سب کا رخ ہے نشینوں کی طرف
بستیوں کی طرف، بنوں کی طرف
اپنے گلوں کو لے کے چردا ہے
سرحدی بستیوں میں جا پہنچے
دلِ ناکام میں کہاں حباوں
اجنبی شام، میں کہاں حباوں

قطعہ

ہے ضرورت بہت توجہ کی
یاد آؤ تو کم نہ یاد آؤ
چاہیے مجھ کو حبان و دل کا سکون
میرے حق میں عذاب بن جاؤ

خود سے ہم اک نفیں ملے بھی کہاں
اس کوڈھونڈیں تو وہ ملے بھی کہاں

خیمے خیمے گزار لے یہ شب
صحیح دم یہ فتافن لہ بھی کہاں

اب تاک نہ کر دل خود کام
روٹھ لے پھر یہ سلسلے بھی کہاں

آؤ آپس میں کچھ گلے کر لیں
ورسہ یوں ہے کہ پھر گلے بھی کہاں

خوش ہو سینو، ان حسرائشوں پر
پھر تنفس کے سلے بھی کہاں

بے فتاری سی بے فتاری ہے
وصل ہے اور فراق طاری ہے

جو گزاری نہ جاسکی ہم سے
ہم نے وہ زندگی گزاری ہے

بن تمہارے کبھی نہیں آئی
کیا میری نیند بھی تمہاری ہے

اس سے کہیو کہ دل کی گلیوں میں
رات دن تیری انتظاری ہے

ایک مہک سمت دل سے آئی تھی
میں یہ سمجھا تیری سواری ہے

خوش رہے تو کہ زندگی اپنی
عمر بھر کی امیدواری ہے

ایک سایہ میرا میجاہت
کون جانے، وہ کون ہتا، کیا ہت

وہ فقط صحن تک ہی آتی تھی
میں بھی خُجرے سے کم نکلتا ہت

تجھ کو بھولا نہیں وہ شخص کے جو
تیری بانہوں میں بھی اکیلا ہت

جان لیوا تھیں خواہشیں ورنہ
وصل سے انتظار اچھا ہت

بات تodel شکن ہے پر، یارو

عقل سچی تھی، عشق جھوٹا ہت

اپنے معیار تک نہ پہنچا میں

مجھ کو خود پر بڑا بھروسہ ہت

جسم کی صاف گوئی کے باوصف

روح نے کتنا جھوٹ بولا ہت

رنگ باد صب میں بھرتا ہے

میرا ایک زخم شام کرتا ہے

سب یہی پوچھتے ہیں مجھ سے کہ تو

کیوں سدھارے نہیں سدھرتا ہے

روز شام و سحر کی راہوں سے

ایک انبوہ کیوں گزرتا ہے؟

آئینے تیرے سامنے وہ شخص

اب بھلا کیوں نہیں سنورتا ہے

ایلیا جون کچھ نہیں کرتا

صرف خوشبو میں رنگ بھرتا ہے

بیمار پڑوں تو پوچھیو مت
دل خون کروں تو پوچھیو مت

میں شدتِ غم سے حال اپنا
کہہ بھی نہ سکوں تو پوچھیو مت

ڈر ہے مجھے جنون نہ ہو جائے
ہو جائے جنوں تو پوچھیو مت

میں شدتِ غم سے عاحب ز آکر
ہننے لگوں تو پوچھیو مت

آتے ہی تمہارے پاس اگر میں
جانے بھی لگوں تو پوچھیو میں

دل کو اک بات کہ سنا نی ہے
ساری دنیا فقط کہانی ہے

تو میری حبان داستان ہت کبھی
اب تیر انام داستانی ہے

سہہ چپکے زخم التفات تیرا
اب تیری یاد آزمائی ہے

اک طرف دل ہے، اک طرف دنیا
یہ کہانی بہت پرانی ہے

ہت سوال ان کی ادا س آنکھوں کا

زندگی کیا نہیں گنوائی ہے

کیا بتابوں میں اپنے پاسِ انا
میں نے ہنس ہنس کر ہار مانی ہے

ہو س انگیز ہے بدن میرا
ہائے میری ہو س کہ فنا نی ہے

زندگی کس طرح سے گزاروں میں
مجھ کو روزی نہیں کمانی ہے

بے یک نگاہ بے شوق بھی، اندازہ ہے، سو ہے
باصد ہزار رنگ، وہ بے غازہ ہے، سو ہے

ہوں شامِ حال یک طرف کا میدِ مت
دستک؟ سو وہ نہیں ہے، پہ دروازہ ہے، سو ہے

آواز ہوں جو ہجڑِ ساعت میں ہے سکوت
پر اس سکوت پر بھی اک آوازہ ہے، سو ہے

اک حالتِ جمال پر حباں وار نے کو ہوں
صد حالتی میری، میری طنازہ ہے، سو ہے

شوقِ یقین گزیدہ ہے اب تک یقین میرا

یہ بھی کسی گمان کا خمیازہ ہے، سو ہے

تھی یک نگاہِ شوق میری تازگی رُبا

اپنے گماں میں اب بھی کوئی تازہ ہے، سو ہے

مرچکا ہے دل مگر زندہ ہوں میں
زہر جیسی کچھ دوائیں چاہیں

پوچھتی ہیں آپ، آپ اچھے تو ہیں
جی میں اچھا ہوں، دعائیں چاہیں

ہم رہے پر نہیں رہے آباد
یاد کے گھر نہیں رہے آباد

کتنی آنکھیں ہوئیں ہلاک نظر
کتنے منظر نہیں رہے آباد

ہم کے اے دل سخن تھے سرتاپا

ہم بوس پر نہیں رہے آباد

شہرِ دل میں عجب محلے تھے

جن میں اکثر نہیں رہے آباد

جانے کیا واقعہ ہوا، کیوں لوگ

اپنے اندر نہیں رہے آباد

دل نے وفا کے نام پر کارِ وفا نہیں کیا

خود کو ہلاک کر لیا، خود کو فدا نہیں کیا

کیے کہیں کہ تجھ کو بھی ہم سے ہے واسطہ کوئی

تو نے توہم سے آج تک کوئی گلہ نہیں کیا

تو بھی کسی کے باب میں عہد شکن ہو غائب

میں نے بھی ایک شخص کا فرض ادا نہیں کیا

جو بھی ہو تم پر معترض، اس کو یہی جواب دو

آپ بہت شریف ہیں، آپ نے کیا نہیں کیا

جس کو بھی شیخ و شاہ نے حکم خدا دیا فترار

ہم نے نہیں کیا وہ کام، ہاں با خُدا نہیں کیا

نسبت علم ہے بہت حاکم وقت کو ہے عزیز

اس نے تو کارِ جہل بھی بے علم نہیں کیا

گاہے گاہے بس اب یہی ہو کیا
تم سے مل کر بہت خوشی ہو کیا

مل رہی ہو بڑے تپاک کے ساتھ
مجھ کو یکسر بھلا حپکی ہو کیا

یاد ہیں اب بھی اپنے خواب تمہیں
مجھ سے مل کر ادا س بھی ہو کیا

بس مجھے یوں ہی اک خیال آیا
سو حپتی ہو، تو سو حپتی ہو کیا

اب مری کوئی زندگی ہی نہیں

اب بھی تم میری زندگی ہو کیا

کیا کہ عشق جاودائی ہے

آخری بار مل رہی ہو کیا

اب نکل آؤ اپنے اندر سے
گھر میں سامان کی ضرورت ہے

ہم نے جانا تو ہم نے یہ جانا
جو نہیں ہے وہ خوبصورت ہے

خواہشیں دل کا ساتھ چھوڑ گئیں
یہ اذیت بڑی اذیت ہے

لوگ مصروف جانتے ہیں مجھے
ہاں میرا غم ہی میری فرست ہے

آج کا دن بھی عیش سے گزرا

سرپاٹک بدن سلامت ہے

روح پیاسی کہاں سے آتی ہے
یہ اداسی کہاں سے آتی ہے

ایک زندان بے دلی اور شام
یہ صبا سی کہاں سے آتی ہے

تو ہے پہلو میں پھر تری خوشبو
ہو کے باسی کہاں سے آتی ہے

قطعہ

تیری یادوں کے راستے کی طرف
اک فتم بھی نہیں بڑھوں گا میں

دل ترپتا ہے تیرے خط پڑھ کر
اب ترے خط نہیں پڑھوں گا میں

کسی لب س کی خوشبو جب اڑ کے آتی ہے
تیرے بدن کی جدائی بہت ستاتی ہے

ترے گلاب ترستے ہیں تیری خوشبو کو
تیری سفید چنبیلی تجھے بلا تی ہے

تیرے بغیر مجھے حپیں کیسے پڑتا
مرے بغیر تجھے نیند کیسے آتی ہے

جب تری حبان ہو گئی ہو گی
حبان حیران ہو گئی ہو گی

شب ستمبری نگاہ کا بوجھ اس پر

وہ توہنکان ہو گئی ہو گی

اس کی حاضر ہوا میں حنا رہت

وہ میری آن ہو گئی ہو گی

ہو کے دشوار زندگی اپنی

اتنی آسان ہو گئی ہو گی

بے گلہ ہوں میں اب بہت دن سے

وہ پریشان ہو گئی ہو گی

اک حولی تھی دل ملے میں

اب وہ ویران ہو گئی ہو گی

اس کے کوچ میں آئی تھی شیریں

اس کی دربان ہو گئی ہو گی

کمسنی میں بہت شریر تھی وہ

اب تو شیطان ہو گئی ہو گی

قطعہ

میں نے ہر بار اس سے ملتے وقت
اس سے ملنے کی آرزو کی ہے
اور اس کے جانے کے بعد بھی میں نے
اس کی خوب شبوے سے گفتگو کی ہے

کتنے عیش اڑاتے ہوں گے کتنے اتراتے ہوں گے
جانے کیسے لوگ ہوں گے جو اس کو بھاتے ہوں گے
اس کی یاد کی باد صب میں اور تو کیا ہوتا ہو گا

یوں ہی میرے بال ہیں بھرے اور بھر جاتے ہوں گے
یاروں کچھ توڑ کر کر تو تم اس کی قیامت بانہوں کا
وہ جو سمشتی ہوں گے ان میں وہ تو میر جاتے ہوں گے

ہم جان و دل سے یار تھے، ہم کون تھے، ہم کون تھے
ہم میں کچھ دلدار تھے، ہم کون تھے، ہم کون تھے

آسان تھے سب کے لیئے جیسے سخنِلب کے لئے
اپنے دشوار تھے، ہم کون تھے، ہم کون تھے

اپنے سے ہم کو بسیرہ تھا، خود اپنا آپا غیرہ تھا
اپنے سے ہم بسیزار تھے، ہم کون تھے، ہم کون تھے

ہم کون تھے ہم کون تھے، اندر سے گلزار ہم
باہر سے ہم پر حصار تھے، ہم کون تھے، ہم کون تھے

قطعہ

چار سو مہرباں ہے چوراہہ

اجنبی شہر، اجنبی بازار

میری تحویل میں ہیں سمتیں

کوئی رستہ کہیں تو جاتا ہے

چار سو مہرباں ہے چوراہہ

فراق کیا ہے اگر، یادِ یارِ دل میں رہے
حناز سے کچھ نہیں ہوتا، بہارِ دل میں رہے

گزار روز و شبِ وصلِ اک نگار کے ساتھ
وہ ہے ایک شبِ انتظار، دل میں رہے

تو اپنی ذات کے باہر نے بھری یو زنہار
فضا کو صاف رکھیو، غبارِ دل میں رہے

سے ہوا گر نہیں دیوار ہائے نقش و نگار
خیال پر تو نقش و نگار، دل میں رہے

لبوں کا یہ ہے کہ رشتہ سبھی سے ہے انکا
بننے جس سے لبوں کی وہ حنا ردل میں رہے
تو نیچ دے سرِ بازار ہوش دل اپنا
ہوا کے خیال جو دیوانے وار دل میں رہے

مجھ کو بیگانہ کر گئے میرے دن

مجھ سے ہو کر گزر گئے میرے دن

اب نہ کوئی دن میرے گھر جائے گا

جانئے کس کے گھر گئے میرے دن

اب نہیں ہیں میرے کوئی دن رات

کہ مجھ ہی کو بر گئے میرے دن

ساری راتیں گئیں میری بے حال

میرے دن! بے اثر گئے میرے دن

خوشا ب انتظار ہے نہ امید

یاریاں! سدھر گئے اب دن

اب میں بس رہ گیا ہوں راتوں میں

مر گئے جوں! مر گئے مرے دن

بے یک نگاہ ہے شوق بھی، اندازہ ہے، سو ہے
باصد ہزار رنگ، وہ بے غازہ ہے، سو ہے

ہوں شامِ حال یک طرف کا میدِ مست
دستک؟ سو وہ نہیں ہے، پہ دروازہ ہے، سو ہے

آواز ہوں جو ہجڑِ ساعت میں ہے سکوت
پر اس سکوت پر بھی اک آوازہ ہے، سو ہے

اک حالتِ جمال پر حباں وار نے کو ہوں
صد حالتی میری، میری طباڑہ ہے، سو ہے

شوقِ یقین گزیدہ ہے اب تک یقین مرا

یہ بھی کسی گمان کا خمیازہ ہے، سو ہے

تھی یک نگاہِ شوق مسری تازگی رُبا

اپنے گاں میں اب بھی کوئی تازہ ہے، سو ہے

دل کو دنیا کا ہے سفر در پیش
اور چاروں طرف ہے گھر در پیش

ہے یہ عالم عجیب اور یہاں
ماہبراء ہے عجیب تر در پیش

دو جہاں سے گزر گیا پھر بھی
وہ رہا خود کو عمر بھر در پیش

اب میں کوئے عبٹ چپلوں
کئی اک کام ہیں ادھر در پیش

اس کے دیدار کی امید کہاں

جبکہ ہے دید کو نظر در پیش

اب مری جاں پچ گئی یعنی
ایک فتیل کی ہے سپر در پیش

خلوتِ ناز اور آئینہ
خود نگر کو ہے، خود نگر در پیش

یاروں نگہ یار کو، یاروں سے گلہ ہے
خونیں حبگروں، سینہ فگاروں سے گلہ ہے

جاں سے بھی گئے، بات بھی جاناں کی نہ سمجھی
جاناں کو بہت عشق کے ماروں سے گلہ ہے

اب وصل ہو یا ہجہر، نہ اب تک برا آیا
اک لمحہ، جسے لمحہ شماروں سے گلہ ہے
اڑتی ہے ہر اک شور کے سینے سے خموشی
صحراوں پر شور دیاروں سے گلہ ہے

بیکار کی اک کار گزاری کے حابوں
بیکار ہوں اور کار گزاروں سے گلہ ہے

بے فصل اشاروں سے ہوا خونِ جنوں کا
ان شوخ نگاہوں کے اشاروں سے گلہ ہے

ایک سایہ میرا میجاہت
کون جانے وہ کون ہت، کیا ہت

وہ فقط صحن تک ہی آتی تھی
میں بھی حبرے سے بھی کم نکلتا ہت

تجھ کو بھولا نہیں وہ شخص کہ جو
تیری بانہوں میں بھی اکیلا ہت

جان لیوا تھیں خواہشیں ورنہ
وصل سے انتظار اچھا ہت

بات تودل شکن سی ہے یارو

عقل سچی تھی، عشق سچا ہت

اپنے معیار تک نہ پہنچا میں

مجھ کو خود پر بڑا بھروسہ ہت

جسم کی صاف گوئی کے باوصف

روح نے کتنا سچ بولا ہت

ہر خداشِ نفس، لکھے جاؤں
بس لکھے جاؤں، بس لکھے جاؤں

ہجرا کی تیرگی میں روک کے سنس
روشنی کے برس لکھے جاؤں

اُن بسی بستیوں کا سارا لکھا
ڈھول کے پیش و نظر پس لکھے جاؤں

مجھ ہو سناک سے ہے شرط کہ میں
بے حسی کی ہو سس لکھے جاؤں

ہے جہاں تک خیال کی پرواز

میں وہاں تک قس کھے جاؤں

ہیں خس و حنار دید، رنگ کے رنگ

رنگ پر حنار و خس کھے جاؤں

تم میرا دکھ بانٹ رہی ہو اور میں دل میں شرمندہ ہوں
اپنے جھوٹے دکھ سے تم کو کب تک دکھ پہنچاؤں گا

تم تووف میں سر گردات ہو شوق میں رقص اس رہتی ہو
مجھ کو زوالِ شوق کا غم ہے میں پا گل ہو حباوں گا

جیت کے مجھ کو خوش مت ہونا میں تو اک پچھتاوا ہوں
کھوؤں گا، کڑھتار ہوں گا، پاؤں گا، پچھتاواں گا

عہدِ رفاقت ٹھیک ہے لیکن مجھ کو ایسا لگتا ہے
تم میرے ساتھ رہو گی میں تنہارہ حباوں گا

شام کے اکثر بیٹھے بیٹھے دل کچھ ڈوبنے لگتا ہے

تم مجھ کو اتنا نہ چاہوں میں شاید سر جباؤں گا

عشق کسی منزل میں آکر اتنا بھی بے فکر نہ رہو

اب بستر پر لیٹوں گا میں لیٹتے ہی سو جباؤں گا

میر امیری ذات میں سودا ہوا
اور میں پھر بھی نہ شرمندہ ہوا

کیا سناؤں سرگزشتِ زندگی
اک سرائے میں ہتا میں ٹھیرا ہوا

پاس ہتارشتوں کا جس بستی میں عام
میں اس بستی میں بے رشته ہوا

اک گلی سے جب سے روٹھن ہے مری
میں ہوں سارے شہر سے روٹھا ہوا

پنج شنبہ اور دکان مے فنروش

کیابت اوں کیا ہنگامہ ہوا

وقت در مار پذیر ہتا ہی نہیں
دل لگایا ہت، دل لگا ہی نہیں

ترکِ الفت ہے سفت در آسان
آج تو جیسے کچھ ہوا، ہی نہیں

ہے کہاں موجہِ صبا و شیم
جیسے تو موجہِ صبا، ہی نہیں

جس سے کوئی خط اہوئی ہو کبھی
ہم کو وہ آدمی ملا، ہی نہیں

وہ بھی کتن کنٹھن رہا ہو گا

جو کہ اچھا بھی ہتا، برا بھی نہیں

کوئی دیکھے تو میرا حبرہ ذات

یاں سبھی کچھ وہ ہتاجو ہتا ہی نہیں

ایک ہی اپنا ملنے والا ہت

ایسا بچھڑا کہ پھر ملا ہی نہیں

دل کا دیارِ خواب میں، دور تک گزر رہا
پاؤں نہیں تھے درمیاں، آج بڑا سفر رہا

ہونہ کا کبھی ہمیں اپنا خیال تک نصیب
نقش کسی خیال کا، لوح خیال پر رہا

نقش گروں سے چاہیے، نقش ونگار کا حساب
رنگ کی بات مت کرو رنگ بہت بھر رہا

جانے مگاں کی وہ گلی ایسی جگہ ہے کون سی
دیکھ رہے ہو تم کہ میں پھر وہیں حب کے مر رہا

شہرِ فراقِ یار سے آئی ہے اک خبر مجھے
کو حپہ یادِ یار سے، کوئی نہیں ابھر رہا

نہ پوچھا اس کی جو اپنے اندر رُچھا
غنیمت کہ میں اپنے باہر رُچھا

مجھے یاں کسی پہ بھروسہ نہیں
میں اپنی نگاہوں سے چھپ کر رُچھا

پہنچ مخبروں کی سخن تک کہاں
سو میں اپنے ہوتلوں میں اکثر رُچھا

مری سن! نہ رکھ اپنے پہلو میں دل
اسے تو کسی اور کے گھر رُچھا

یہاں تیرے اندر نہیں میری خیر

مری جاں مجھے میرے اندر چھپا

خیالوں کی آمد میں یہ آر جار

ہے پیروں کی یلغار تو سر چھپا

ناروا ہے سخن شکایت کا
وہ نہیں ہت امیری طبیعت کا

دشت میں شہر ہو گئے آباد
اب زمانہ نہیں ہے وحشت کا

وقت ہے اور کوئی کام نہیں
بس مزہ لے رہا ہوں فرستہ کا

بس اگر تذکرہ کروں تو کروں

کس کی زلفوں کا کس کی وفات ملت کا

مرگے خواب سب کی آنکھوں کے
ہر طرف ہے گلہ حقیقت کا

اب مجھے دھیان ہی نہیں آتا
اپنے ہونے کا، اپنی حالت
تجھ کو پا کر زیاد ہوا، ہم کو
تو نہیں ہٹا ہماری قیمت کا

صحح سے شام تک میری دُنیا
ایک منظر ہے اس کی رخصت کا

کیا بتاؤں کہ زندگی کیا تھی

خواب ہتھ بانگنے کی حالت کا

کہتے ہیں انتہائے عشق جسے

اک فقط کھیل ہے مروٹ کا

آگئی درمیان روح کی بات

ذکر ہت جسم کی ضرورت کا

زندگی کی غزل تمام ہوئی

وتافیہ رہ گیا محبت کا

شکوہ اول توبے حاب کی
اور پھر بند ہی یہ باب کی

جانتے تھے بدی عوام جسے
ہم نے اس سے بھی اجتناب کی

تھی کسی شخص کی تلاش مجھے
میں نے خود کو ہی انتخاب کی

اک طرف میں ہوں، اک طرف تم ہو
جانے کس نے کے خراب کی

آن راب کس کی بات مانوں میں

جو ملا، اس نے لا جواب کیا

یوں سمجھ تجھ کہ مضطرب پاکر

میں نے اظہارِ اضطراب کیا

قطعات

نشہ نازنے بے حال کیا ہے تم کو
اپنے ہی زور میں کمزور ہوئی جاتی ہو
میں کوئی آگ نہیں، آنج نہیں، دھوپ نہیں
کیوں پسینہ میں شرابور ہوئی جاتی ہو

بات ہی کب کسی کی مانی ہے
اپنی ہٹ پوری کر کے چھوڑو گی
یہ کلائی یہ جسم اور یہ کمر
تم صراحی ضرور توڑو گی

عجب ہت اس کی دلداری کا انداز

وہ رسول بعد جب مجھ سے ملا ہے

بھلا میں پوچھتا اس سے تو کیے

متاعِ حب ا! تمہارا نام کیا ہے

کیا ہو گئیں اپنی وعدہ گاہیں
ہر چیز بدل گئی یہاں تو
میں شہرِ وفا سے آ رہا ہوں
کوئی بھی نہیں ملا وہاں تو

لہور و تے سن اگر ہم دم رخصت یاراں
کیا عجب ہتا کہ کوئی اور تماشہ کرتے
چلو اچھا ہے کہ وہ بھی نہیں نزدیک اپنے
وہ جو ہوتا تو اسے بھی سن گوارا کرتے

شکر جی

ڈکھ ہیں اور میں ہوں

میں ہوں اور ڈکھ ہیں

فاتل تر شکھ ہیں

شکر جی، گونگے شکر جی

ہونٹ میرے گھ ہیں

میں ہوں اور ڈکھ ہیں

قطعات

تم ہو جاناں شباب و حسن کی آگ
آگ کی طرح اپنی انجھ میں گم
پھر مرے بازوں پہ جھک آئیں
لو مجھے اب جلا، ہی ڈالو تم

آپ کی تلخ نوائی کی ضرورت ہی نہیں
میں تو ہر وقت ہی ما یو سس کرم رہتا ہوں
آپ سے مجھ کو ہے اک نسبت احساسِ لطیف
لوگ کہتے ہیں، مگر میں تو نہیں کہتا ہوں

چڑھ گیا نس جھک گئیں نظریں
رنگ رخار میں سمٹ آیا
ذکر سن کر مری محبت کا
اتنے بیٹھے تھے، کون شرمایا؟

تم زمانے سے لڑ نہیں سکتیں
خیر یہ راز آج کھول دیا
وہ احجازت کہ حبار ہو ہوں میں
تم نے باتوں میں زہر کھول دیا

دُور نظروں سے خلوتِ دل میں
اس طرح آج ان کی یاد آئی
ایک بستی کے پار شام کا وقت
جیسے بجتی ہو شہنائی

ہیں بے طور یہ لوگ تمام
ان کے سانچے میں نہ ڈھلو
میں بھی یہاں سے بھاگ چپلوں
تم بھی یہاں سے بھاگ چپلو